خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 77

Track 1

Time 41:32

''جنت میں آدم و حوا کس طرح زندگی بسر کرتے تھے؟''

آدم و حوا کے تذکرے میں قرآن پاک کی آیات یہ ہیں ... یا آدم اسکن ... اے آدم تو جنت میں قیام کر... انت و زوجک الجنۃ ... کہ تو بھی قیام کر جنت میں اور سکونت اختیار کر اور تیری بیوی ... تو اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں سکونت اختیار کرو۔ آدم حوا دونوں ۔ فکلھا منھا ... اور یہاں سے کھاؤ پیو۔ رغداً حیث شئتما ... کھاؤ پیو خوش ہوکر جہاں سے دل چاہے۔ تو اب یہ جو ہے نہ کہ یہاں سکونت اختیار کرو اور جہاں سے دل چاہے خوش ہوکر کھاؤ پیو اس سے ظاہر ہے کہ آدم و حوا وہاں کھاتے پیتے تھے۔ جبھی اللہ تعالیٰ نے کہا ناں کہ خوش ہوکر کھاؤ پیو۔ جہاں سے دل چاہے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں آدم و حوا چلتے پھرتے بھی تھے۔ سکونت کا ظاہر ہے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہاں رہنے کا ٹھکانہ بھی تھا، مکان بھی تھا۔ یہ آدم اور حوا دونوں جب جنت میں قیام کرتے تھے ، جنت میں رہتے تھے وہاں کھانا پینا تھا۔ ایک تو یہ بات ہوگئی دوسری یہ کہ رہائش کے لئے جگہ بھی تھی۔ سکونت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ بھئی کسی جگہ آدمی جاکے رہے۔ اب رہ گیا جسم کا سوال کہ بھئی یہی جسم تھا جو یہاں ہے ۔ اگر یہی جسم ہوتا جو اس دنیا میں جسم ہے تو پھر نکالنے کا جو مسئلہ ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی درخت کے قریب گئے اللہ تعالیٰ نے کہا بھئی اب تم اھبطوا مصراً فان لکم ماسئلتم ... کہ اب تم یہاں سے اتر جاؤ۔ اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے اس لئے کہ تم نے نافرمانی کردی۔ اور نافرمان بندے جو ہیں وہ جنت میں نہیں رہ سکتے۔ فرماں بردار جنت میں رہ سکتے ہیں نافرمان بندے جنت میں نہیں رہ سکتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ صاحب انہوں نے شجر ممنوعہ کے قریب جانے کے بعد خود کو ننگا محسوس کیا ۔ اب ننگا محسوس کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جسم تو ان کا تھااور جسم اسی طرح کا تھاجس طرح ہمارا جسم ہے۔ اب جس طرح ہمارے اوپر سے کپڑے اتر جائیں ہم خود کو ننگا محسوس کریںگے تو ننگا تو جبھی محسوس کریں گے نہ جب ہمارا جسم ہوگا اور ہمیں پتہ ہوگا کہ بھئی ہمارے جسم میں کون سے ستر کے حصے ہیں کون سا ہمیں چھپانا چاہئے کون سا ظاہر کرنا چاہئے۔ تو اس سے یہ بھی بات پتہ چل گئی کہ جسم تھا وہاں جنت میں ۔ آدم اور حوا دونوں کھاتے پیتے بھی تھے۔ اور رہنے کے لئے جگہ بھی تھی۔ اب یہ کہ لباس کیا تھا ۔ لباس کے بارے میں یہ کتابوں میں لکھا گیا ہے مفسرین یہ بتاتے ہیں وہ یہ تھا کہ اس وقت جنت کا جو Atmosphere

ہے۔ اس میں آدمی کے اوپر یہ ستر پوشی جو ہے اس کا کوئی اثرنہیں ہوتا۔ مثلاً
جیسے اب گائے ہے، بکری ہے، بھینس ہے، ان کو اس بات کا بالکل ہی احساس
نہیں ہوتا کہ کوئی ہمیں کپڑے پہننے چاہئیں۔ انسان جو حیوانات کو دیکھتے ہیں
بھئی بکری کو مؤنث ہے، بکرا مذکر ہے۔ تو کبھی ہمیں خیال ہی نہیں آتا ہے کہ
یہ ننگا ہے۔ تو یہ اصل میں ایک کیفیت ہے ۔ اور ایک اطلاع ہے ستر پوشی کی
اور وہ اطلاع جو ہے وہ ہمیں اللہ کی کتاب کے ذریعے ، اللہ کے پیغمبروں کے
ذریعے منتقل ہوئی کہ بھئی ستر پوشی جو ہے وہ انسان کے لئے ضروری ہے۔
لیکن قرآن نے کہیں یہ نہیں بتایا، اور پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی
کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کی کہ حیوانات کے لئے بھی ستر پوشی ضروری
ہے۔ تو وہاں جو لباس جنت میں تھا وہ اس قسم کا لباس تھا کہ اس میں ستر
پوشی جو ہے وہ زیر بحث نہیں آتی۔ جب نافرمانی کی اور جنت نے رد کردیا،
جنت کا رد کرنے کا مطلب کیا ہوا؟ کہ جنت کے

Atmosphere

کو جو دماغ قبول کرنے والا تھا ، جو شعور جنت کے دماغ میں رہتا تھا وہ

Suspend

ہوگیا۔ جب

Suspend

ہوگیا تو ایک اور دماغ سامنے آیا۔ وہ کون سا دماغ؟ نافرمانی کا دماغ ۔ یعنی
جب تک آدم نے نافرمانی نہیں کی اور شجر ممنوعہ کے قریب نہیں گئے تو ان کا
شمار فرماں بردار بندوں میں تھا۔اب فرماں بردار بندوں کی جتنی بھی
خصوصیات تھیں ان میں آدم و حوا دونوں رہتے تھے۔ اور جنت کا

Atmosphere

انہیں قبول کرتا تھا اور انہوں نے جنت کوقبول کیا ہوا تھا۔ لیکن جب نافرمانی
ہوگئی تو نافرمانی کا ارتکاب ہوگیا تو جنت کا

Atmosphere

جو ہے وہ تبدیل ہوگیا۔ اس لئے کہ جنت میں کوئی بھی نافرمان بندہ نہیں رہ
سکتا۔ جنت ٹھکانہ ہی ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں۔
جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر زندہ رہتے ہیں۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے
پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ اب بندہ یہاں
پیدا ہوا ۔ جب یہاں پیدا ہوا دیکھئے یہاں بھی کوئی اس کو اپنی ستر پوشی کا
کوئی خیال نہیں ہوتا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے چھوٹا سا اسے بالکل اس بات کا علم
نہیں ہوتا ہے کہ بھئی میری ستر پوشی ہونی چاہئے۔ یا مجھے کپڑے پہننے

چاہئیں ، یا میرے لنگوٹ بندھنا چاہئے یا مجھے چڈی پہنانی چاہئے۔ لیکن جیسے
جیسے وہ یہاں شعور سنبھالتا ہے اور جیسے جیسے اس ماحول میں اس کا
ایڈجسٹمنٹ ہوتا ہے اسی حساب سے والدین سے، بہن بھائیوں سے، رشتے داروں
سے، اس کو یہ احساس منتقل ہوتا ہے اس کو کپڑے پہننے چاہئیں۔ مثلاً سب سے
پہلے نہلانے دھلانے کے بعد بچے کی ستر پوشی کی جاتی ہے۔ حالانکہ کوئی اس
کی ستر پوشی کوئی ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر پیدائش کے فوراً بعد ہی ستر
پوشی نہ ہو تو بچے کے ذہن میں ستر پوشی کا تصور قائم نہیں ہوگا۔ ذرا سا
بچہ ننگا ہوا ابا بھی کہتے رہتے ہیں بھئی اسے کپڑے پہناؤ، اماں بھی کہتی رہتی ہیں
بھئی اسے کپڑے پہناؤ، بہنیں بھی کہتی رہتی ہیں او بھئی ننگے آگئے ننگے آگئے بڑی
شرم کی بات ہے، بڑی شرم کی بات ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں کہ کیا شرم ہے کیا
کچھ ہے۔ تو اب یہ ستر پوشی جو ہے دراصل یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد
پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق والدین سے اور ماحول
سے بچوں کو منتقل ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح منتقل ہوجاتی ہے آپ نے دیکھا
ہوگا کہ آدمی پاگل ہوجاتا ہے۔ لیکن ستر پوشی کا تصور پھر بھی اس کے اندر
رہتا ہے۔ دماغی طور پر پاگل ہے نہ بھاگ رہا ہے، چل رہا ہے، پھر رہا ہے۔ نہ
کھانے کا ہوش ہے نہ وہ رشتے داروں کو پہچانتا ہے نہ کبھی پہچان لیا کبھی
نہیں۔ لیکن اس کو ستر پوشی کا احساس ہے۔ کپڑے وہ پہنتا ہے۔ اگر آپ اس
کے کپڑے اتارنے لگیں تو وہ احتجاج کرے گا۔ ناراض ہوگا۔ روکے گا وہ آپ کو۔
کیوں؟ اس لئے کہ آپ نے پیدائش کے فوراً بعد جو پہلا کام کیا وہ یہ کام کیا کہ
اس کو ستر پوشی کا تصور منتقل کیا۔ اور یہ ستر پوشی کا تصور ہی انسان کو
دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ دیکھئے ناں دوسرے حیوانات میں بھی تمام
وہی اعضاء ہیں جو انسانوں کے اندر ہوتے ہیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔
جو اعضاء انسانوں کے اندر ہیں ستر پوشی کے وہی اعضاء جانوروں میں بھی
ہیں۔ لیکن جانوروںمیں چونکہ یہ تصور ہی منتقل نہیں کیا گیا اس لئے نہ انہیں
احساس ہے اور نہ انہیں کپڑے پہننے کی ضرورت ہے۔ تو یہ اصل میں یوں بھی
کہہ سکتے ہیں اس کو کہ پیدائش کے بعد پہلی جو فرماں برداری کی سیڑھی
ہے یا پہلی جو فرماں برداری کی کلاس ہے وہ ستر پوشی سے ہوتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ ستر پوشی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور حد مقرر کردی عورتوں کے لئے بھی
حد مقرر کردی مردوں کے لئے بھی حد مقرر کردی۔ اور اس میں جو حکمت ہے
وہ حکمت یہ تو ہے ہی اللہ تعالیٰ اس کو چاہتے ہیں آدمی ڈھکا ہوا رہے چھپا
ہوا رہے۔ ساتھ ساتھ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ جو ستر پوشی ہے یہ انسان میں
اور حیوان میں ایک حد فاصل قائم کرتی ہے۔ ممتاز کرتی ہے دوسرے تمام
حیوانات سے۔ کبوتروں سے، بلیوں سے، کتوں سے ، ہاتھی یعنی ہر مخلوق سے
ایک امتیاز اس کو قائم ہوجاتا ہے ستر پوشی کے نقطہء نظر سے۔ اگر انسان کے
اندر ستر پوشی نہ ہو تو بکری میں اور بیلوں میں جب ایک ساتھ وہ پھرے تو
امتیاز یہ نسل کا امتیاز تو ہوگا بھئی نسل کا امتیازتو یہ بھی ہے کہ دیکھئے گائے،

بھینس، بکری، بھیڑ ، دنبے کو ایک جگہ کھڑا کردیںتو سب کی نسلیں الگ الگ
ہیں۔ آپ کہیں گے بھئی یہ بھیڑ ہے، یہ دنبہ ہے، یہ بکری ہے، یہ گائے ہے۔ تو
اسی صورت سے اگر انسان بھی اس میں کھڑا ہوجائے تو اب یہ ہے نسل تو الگ
ہے لیکن نسلی امتیاز کے ساتھ ساتھ کوئی فخر کی بات کوئی ایسی بات جو
بالکلیتاً بالکل دوسری مخلوق سے انسان کی حیثیت کو نمایاں کردے وہ ستر
پوشی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جب یہاں انسان آیا اس وقت سے یہاں ستر
پوشی شروع ہوگئی۔ تو جنت میں کیا تھا ؟ تو جسم تو یہی تھا جو اب ہے۔ اگر
یہ جسم یہ نہیں ہوتا تو نافرمانی کے بعد آدم کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ بھئی
میں کھل گیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں نہ کہ کیلے کے پتوں سے ستر پوشی کی وغیرہ
وغیرہ۔ لیکن لباس، جنت کی لباس میں اور اس دنیا کی لباس میں فرق ہے۔یہ
جو ہماری دنیا ہے اس میں ہر چیز جو ہے کثیف ہے۔ زمین سے پیدا ہونے والی
چیز جو ہے وہ کسی بھی صورت سے کثافت کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی۔ یہ
تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز کم کثیف ہو، کوئی چیز زیادہ کثیف ہو۔مثلاً اب پانی
ہے۔ پانی انتہائی درجے لطیف چیز ہے۔ لیکن اگر اس پانی کوآپ کسی مٹکے میں
یا کسی برتن میں ڈال کے پانچ سات روزرکھیں اس کے اندر کیڑا پڑ جائے گا۔ تو
اس کا ظاہرہے مطلب یہ ہے کہ اس پانی کے اندر کثافت موجود تھی جس کی
وجہ سے کیڑا پڑ گیا۔ اگر پانی دیکھئے ناں اگر پانی چلتا رہے۔ پھر تو پانی ٹھیک رہتا
ہے۔ پانی جوہڑ میں رک جائے ، کسی تالاب میں رک جائے تو اس میں سے بدبو
آنے لگتی ہے۔ کیچڑ ہوجاتا ہے۔ اس میں بے شمار قسم کے کیڑے مکوڑے بھی پیدا
ہوجاتے ہیں۔ اسی صورت سے اب یہ آپ زمین میں گیہوں ڈالتے ہیں ۔ کس قدر
عمدہ گیہوں ہوتا ہے۔ صاف ستھرا چمکدار اچھا لگتا ہے۔ اس میں کسی قسم
کی بدبو نہیں ہوتی بلکہ اگر اکھٹا گیہوں ہوتو اس میں ایک قسم کی خوشبو آتی
ہے۔ گیہوں کی اپنی خوشبو آتی ہے۔ لیکن اسی گیہوں کو آپ کسی ایسی جگہ
ڈال دیں کہ جہاں اس میں اس کو ہوا لگتی رہے۔ مرطوب ہوا لگتی رہے، خشک
ہوا نہ ہو، زیادہ روشنی ہو تو گیہوں بھی خراب ہوجاتا ہے اور گھن لگ جاتا
ہے۔ اسی گیہوں کو پسوا لیں آپ آٹا ۔ آٹا گوندھ کے آپ روٹی پکا کے کھالیں۔
نہایت عمدہ آپ دیکھئے گیہوں کی روٹی کھاکے دیکھئے آپ کو خوشبو بھی آئے گی
اور لذت بھی ہوگی۔ روکھی روٹی کی لذت ہی الگ ہے۔ یہ تو اگر آپ دیکھیں
سالن سے روٹی کھاکے وہ اصل میں روٹی کا ذائقہ ختم ہوجاتا ہے۔سالن کا ذائقہ
غالب آجاتا ہے۔ لیکن آپ کبھی اس کا تجربہ کریں ، کرنا چاہئے کبھی روکھی
روٹی بھی کھانی چاہئے آپ کو ، گرم گرم روکھی روٹی کھائیں آپ اور پھر دیکھئے
آپ کو اس میں خوشبو بھی آئے گی اس میں لذت بھی آئے گی اور دوسری بات یہ
کہ وہ ہاضمہ آپ کا اچھا ہوگا اس سے۔ اچھا اب اسی آٹے کو جو اتنی خوشبودار
جس کی روٹی بنی اتنی ذائقہ دار جس کی روٹی بنی اسی آٹے کو آپ صبح سے
شام تک گرمی میں رکھ دیجئے اس میں تعفن پیدا ہوجائے گا۔ اور سڑ جائے گا۔اور
اس میں باقاعدہ بدبو آئے گی، جال بن جائے گا ، کیڑا پڑ جائے گا۔ تو اس کا مطلب

ہے کہ اتنی صاف ستھری چیز ہونے کے باوجود اس کے اندر تعفن ہے۔ ایک خاص
پروسس میں آپ اسے استعمال کرلیں تو اس کے اند ر تعفن نہیں ہوگا یہ تو
ہماری کھانے پینے کی جتنی بھی چیزیں ہیں پھل لے لیں، فروٹ، فروٹ کھاتے
ہیں ۔ گوشت ، گوشت کو آپ رکھ دیجئے اس میں بدبو، ایسی بدبو ہوجائے گی
کہ آپ کھڑے بھی نہیں ہوسکتے۔ اس کا مطلب ہے کچھ چیز سڑاند اس کے اندر
موجود ہے تو سڑ گئی نہ بھائی۔ یہ تو ہماری غذاؤں کا حال ہے۔ دودھ، کس قدر
لطیف، اللہ کا نور کہا جاتا ہے دودھ کو یہ اتنی لطیف شئے ہے دودھ کہ اس کو
تشبیہہ دی جاتی ہے اللہ کے نور سے۔ اللہ کا نور تو ساری دنیا ہی ہے لیکن
دودھ کو ، لیکن اگر آپ دودھ نہ گرم کریں اس میں بھی سڑاند آجاتی ہے، بدبو
آجاتی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے اس کے اندر بھی سڑاند موجود ہے۔ یہ تو آپ کی
وہ چیزیں ہیں جو آپ کی کفالت کرتی ہیں۔ یعنی ضروریات ہیں آپ کی زندگی
کی۔ایسی ضروریات کہ آپ کسی بھی عنوان سے ان کو چھوڑ نہیں سکتے۔ یہ تو
آپ کی غذا ہوگئی۔ اب آپ دیکھیں اب آپ کیسے بنے۔ مثلاً جس چیز سے آپ بنے
ہیں۔ اتنی کثیف اتنی اس میں غلاظت ہے ، اتنی اس کے اندر بدبو کہ اگر وہ آپ
کے جسم کو لگ جائے تو آپ نماز نہیں پڑھ سکتے۔جب تک آپ غسل نہیں کرلیں
گے ، اس جگہ کو صاف نہیں کرلیں گے ، اس کو تین دفعہ دھو نہیں لیں گے آپ
ناپاک رہیں گے۔ تو آپ ایسی چیز سے بنے ہیں کہ جو اتنی غلیظ ہے کہ اگر آپ
کے جسم میں لگ جائے تو آپ عبادت نہیں کرسکتے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ اس
غلاظت کو آپ دھوئیں اور نہ صرف دھوئیں بلکہ سر سے پیر تک بہائیں پانی
بہائیں۔ یعنی غلاظت آپ کی لگی ٹانگ میں لیکن آپ کے اوپرواجب ہوگیا کہ آپ
پورا جسم دھوئیں۔ اس سے زیادہ غلاظت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اس سے آپ بنے۔
یعنی وہ ہماری پیدائش، نطفہ جسے آپ کہتے ہیں۔ علقہ خلق من علق قرآن
میں ہے نطفۃٍ ۔ نطفہ اس کو قرآن نے کہا ہے۔ تو اب اس سے آپ بنے ہیں۔ یہ
آپ کی تخلیق کا پہلا مرحلہ ہے۔ اب آپ ماں کے پیٹ میں آپ کا قیام ہوگیا اور
آپ آہستہ آہستہ وہاں آپ نے پرورش پائی ماں کے پیٹ میں تو سب جانتے ہیں
کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی جو غذا ہے جو اس کو نشو و نما دیتی ہے وہ حیض
ہے۔ اب حیض بھی گندی چیز ہے۔ کسی بھی صورت سے آپ اس کو لطیف کہہ
ہی نہیں سکتے۔ حیض جو ہے خون گندہ خون، ایک تو خون ہوتا ہے ایک گندہ
خون ،ایسا کثیف خون جس کا جسم سے نکلنا ضروری ہے ۔ اگر وہ خون ماہانہ
حساب سے نہ نکلے خواتین کے اندر سے تو بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔ اور طرح
طرح کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ کینسر بھی ہوسکتا ہے، رسولی بھی ہوسکتی ہے،
اندرونی ورم بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی بے شمار بیماریاں کھڑی ہوجائیںگی۔ ایسی
کثیف چیز۔ وہ کثیف چیز آپ پی پی کہ ماں کے پیٹ میں بڑھے۔ یعنی آپ اپنی ذرا
حیثیت دیکھیں کیا ہے۔ اب اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔ تو پیدا جب آپ ہوئے تو
پیدائش کا جو ذریعہ ہے وہ بھی کثافت کے علاوہ آپ اس کو کوئی دوسرا نام
نہیں دے سکتے۔ اس میں کثافت کا اخراج بھی ہوتا ہے۔ اور اس میں اور کیا کیا

الا بلا گندگی سب ۔ آپ پیدا ہوگئے ۔ پیدا ہونے کے بعد نہلایا دھلایا ۔ اب پھر آپ
کی غذا کا مسئلہ شروع۔ پھر آپ نے ماں کا دودھ پیا ۔ ماں کا دودھ کیا ہے؟ وہی
خون ہے۔ وہی خون ایک خاص پروسس سے گزر کر دودھ بنا اور وہی دودھ آپ
پی رہے ہیں۔ وہ دودھ آپ بچے کو پلاتے ہیں۔ نہایت لطیف وہ ماں سے منتقل
ہوا اس میں ہوا بھی نہیں لگی۔ بچے نے دودھ پیا اس کو ہوا بھی نہیں لگ
رہی۔ چسر چسر کرکے بچہ پی رہا ہے۔ لیکن جب بچہ اس دودھ کی الٹی کرتا
ہے تو انتہائی بدبو ہوتی ہے۔ حالانکہ بچے کو کثافت سے کیا تعلق۔ وہ تو صاف
ستھرا بالکل ۔ تو بات یہ بنی کہ انسان کا یہ جو جسم ہے یہ جسم انتہائی درجہ
کثافت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تو یہ ہوا کہ روح جو ہے روح ، روح جب
جنت میں رہی تو اس نے وہاں ایک ایسا لباس اپنے لئے اختیار کیا کہ جس لباس
کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ اس لطافت میں انسان کے شعور پر ننگے پن کا
احساس ہی نہیں ہورہا۔ پھر آپ نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ۔ آپ نے
سے مراد یہ کہ جب آدم نے نافرمانی کی تو ہم سب نافرمانوں میں شمار
ہوگئے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی تو وہ لطیف جسم جس کی
لطافت کی بنیاد پر ہمارا ذہن ستر کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔ وہ ختم ہوگیا۔
اور اس کی بنیاد پر پھر ایک نافرمانی ، نافرمانی بجائے خو دایک کثافت ہے۔
نافرمانی بجائے خود ایک تاریکی ہے۔ نافرمانی بجائے خود ایک بدبو ہے، تعفن ہے۔
تو وہ تعفن آپ کو دنیا میں لے آیا۔ اس کا مطلب یہ ہو اکہ روح کے اوپر جب
لطیف جذبات و احساسات کا جو خول تھا، جو اس نے بنایا تھا ، یا جو روح نے
لطیف انوار سے جو لباس بنایا تھا جنت کا وہ اتر گیا۔ اب جب وہ اتر گیا تو روح
نے اب لباس بنایا تعفن کا۔ تو یہ سارا ہمارا جسم جو ہے اصل میں یہ جسم نہیں
ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے نہ یہ گوشت پوست کا جسم ہے۔ روحانی نقطہء
نظر سے اسے جسم نہیں کہہ سکتے۔ روحانی نقطئہ نظر سے اس کو یہ کہا جاتا
ہے کہ روح نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک لباس بنایا اس کا نام جسم ہے۔
اور وہ لباس سارا کا سارا تعفن سے تخلیق کیا۔ اب یہ آپ دیکھیں ایک آدمی
مرجاتا ہے تو مرنے کے بعد یہ جو جسم ہے یہ بار بار بات تذکرہ میں آتی ہے اس
کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ لیکن لاش کے اندر کوئی حرکت نہیں
ہے۔ اس کو نہلانے کے لئے تختے پر لٹاتے ہیںتو وہ یہ بھی نہیں کہتا میاں کیا
کررہے ہو۔ آپ اس کا ہاتھ اٹھاتے ہیں وہ نہیں کہتا کہ کیا کررہے ہو۔ بس پڑا
ہوا ہے وہ بیکار عضوئہ معطل ہے بالکل۔ ہر چیز اس کی عضوئہ معطل ہے۔ تو
بات کیا ہوئی کہ جس طرح روح نے عارضی طور پر جنت کے لطیف لباس سے اپنا
رشتہ منقطع کرلیا تھا اب اسی طرح روح نے پھر اس مادی لباس سے یہ سڑاند
کے لباس سے اپنا رشتہ منقطع کرلیا۔ وہاں جنت میں اس نے جب رشتہ منقطع
کیا تو آدم کی نافرمانی کی وجہ سے تو وہ لباس اتر گیا۔ اس دنیا میں آنے کے بعد
روح نے جب اس جسم سے یعنی لباس سے اپنا رشتہ منقطع کیا تو اس لباس کی
حیثیت جو ہے بیکار ہوگئی۔ اب اس کے بعد مرنے کے بعد پھر وہ عالم اعراف میں

وہ روح چلی گئی۔ عالم اعراف میں جانے کے بعد اس نے پھر اپنا ایک لباس بنایا۔ وہ لباس ظاہر ہے جنت میں اگر وہ لباس نور کا تھا ۔ جنت کے بعد یہاں وہ لباس تعفن کا بنا، میٹر کا مطلب تعفن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میٹر کا مطلب تعفن، کثافت ۔ اب اس کے بعد جب روح عالم اعراف میں چلی گئی تو عالم اعراف میں اس نے پھر لباس بنایا۔ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے وہ لباس بنا روشنیوں کا۔ روشنیوں کا لباس بنا۔ اب پھر یہ تو ایک بڑا لمبا حساب ہے۔ عالم اعراف کے بعد، عالم اعراف میں بھی آدمی کو مرنا ہے۔ جنت کی فضا نے جب آدم و حوا کو رد کردیا اور جنت کی فضا سے آدمی نکل آیا اس کا مطلب ہے جنت میں وہ مرگیا۔ جنت میں مرنے کے بعد یہاں پیدا ہوا۔ اب یہاں پیدا ہونے کے بعد ایک عمر ہے اس کی ساٹھ سال، ستر سال ، اسی سال جتنی بھی ہے۔ جب وہ یہاں مرا تو اس کا مطلب ہے روح نے یہ لباس بھی چھوڑ دیا۔ اب اس کے بعد روح نے ایک نیا لباس روشنی کا ، یا گیسز کا بنایا اعراف میں۔ اور وہ اعراف میں بھی کتنا عرصہ رہتا ہے بندے وہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اعراف کے بعد ، اعراف سے روح منتقل ہوتی ہے عالم حشر و نشر میں۔ اب اس کا مطلب ہے کہ اعراف میں بھی موت واقع ہوگئی۔ اب اس نے روح نے پھر ایک نیا لباس بنایا عالم حشر و نشر میں۔ عالم حشر و نشر سے مراد یہی ہے کہ بھئی ساری دنیا ایک جگہ جمع ہوجائے گی۔ اور یہ جو لباس یہاں ختم ہوگیا تھا وہاں بھی میٹر کا یہی دوبارہ لباس وہاں اس کو ملے گا۔ اس کے بعد پھر وہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کریں وہ تو بڑی سخت ہے وہ حساب کتاب کا ، وہ آپ نے سنا ہی ہے کہ سوا نیزے پہ سورج ہوگا۔ ہاتھ اپنی گواہی دے گا۔ پیر اپنی گواہی دے گا کہ میں نے یہ کیا میں نے یہ کیا۔ اب وہاں سے جو لوگ آزاد ہوجائیں گے ، آزادی کی دو صورتیں ہیں۔ عالم حشر و نشر سے آزاد ہوں گے۔ اب اس میں کچھ دوزخ کا حصہ ہے، کچھ جنت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے ہم سبھی کو بچائے۔ تو اب پھر وہی بات جو روح نے لطیف لباس جنت میں اتار دیا تھا اب وہ دوبارہ پہنے گی۔ دوبارہ پہن لے گی اب وہ بندہ جنت میں رہے گا۔ اب دیکھئے اب اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت اور بڑی مہربانی ہے ۔آدم کو جنت سے تو نکال دیالیکن چونکہ آدم نے اپنی غلطی کا اعتراف کرکے بہت زیادہ اظہار ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی کی صاحب ہم سے تو بڑی غلطی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ جنت کا جو دماغ تھا، فرماں برداری کا جو دماغ تھا اس کو مٹایا نہیں ملیامیٹ نہیں کیا اس کو سسپنڈ کردیا۔ تاکہ یہ بندے جو ہیں اس دماغ کو کام میں لاکر نافرمانی کے دماغ میں زندگی گزارتے ہوئے معافی تلافی کریں ، کوشش اور جدوجہد کریں اس بات کی کہ وہ جو فرمابرداری کا جنت کا دماغ تھا وہ دوبارہ حاصل ہوجائے۔ تو ان کو دوبارہ جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہیں اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ بندے دوبارہ جنت میں جائیں۔ اور اس کا بندوبست یہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ تسلسل کے ساتھ اپنے برگزیدہ پیغمبر بھیجتے رہے۔ اور ہر پیغمبر نے تمام نوع انسانی کو ایک ہی

بات سکھائی کہ برائی سے بچو اچھائیوں کو اختیار کرو۔ ایک برائی کرنے کے بعد،
اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی سے تمہارا اتنا بڑا نقصان ہوا کہ تمہیں جنت نے نکال
دیا۔ جنت نے تمہیں رد کردیا۔ جنت نے کہا میں اب تمہیں برداشت نہیں کرتی تم
اب جاؤ نکلو۔ تو جب ایک نافرمانی کے بعد اتنا بڑا نقصان کرچکے ہو تو مزید
نافرمانیاں اگر زیادہ ہوں گی کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ
چوبیس ہزار پیغمبر ، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جو ہیں یہ کوئی حدیث قرآن
نہیں ہے۔ ایک روایت چلی آرہی ہے۔ اور کس طرح لوگوں نے حساب لگایا کیا
ہوا ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے مراد یہ کہ بے شمار پیغمبر۔ اتنے پیغمبر کہ بہت
زیادہ۔ بہت ہوتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار ۔ اور ہر پیغمبر نے ایک ہی بات
کہی کہ وہ جو جنت کا دماغ سسپنڈ ہوگیا ۔ نافرمانی کی بنیاد پر تمہیں جنت
سے نکال دیا گیا وہ دماغ تمہارے اندر موجود ہے۔ ختم نہیں ہوا۔ معطل ہوا ہے۔
اگر تم اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی کرکے جیسے یہ تمہارے باپ آدم نے معافی
تلافی کرکے جنت میں چلے گئے ۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آدم کو دیکھیں نے
نکلے توآدم حوا تھے جنت سے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آدم و حوا جو ہیں دوزخ
میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ آدم و حوا نے اس کی تلافی کردی۔ معافی
مانگی، روئے دھوئے۔ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من
الخاسرین۔ اے ہمارے رب! ہم نے بلاشبہ اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ آپ کی
نافرمانی کرکے ہم نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا۔ اگر آپ نے ہمیں معاف نہیں کیا
تو ، اگر آپ نے ہماری توبہ قبول نہیں کی ، اگر آپ نے ہماری غلطیوں کو نظر
اندازنہیں کیا ، اگر آپ نے ہماری کمزوریوں کے اوپر پردہ نہیں ڈالا تو ہمارا تو
کوئی ٹھکانہ ہی نہیں سوائے خسارے اور گھاٹے کے ہمارے تو کوئی نظر ہی نہیں
آتا۔ جب آدم نے گڑگڑا کے یہ دعا کی اپنی غلطی کا احساس کرکے اللہ تعالیٰ کے
سامنے احساس ندامت کے ساتھ ہاتھ جوڑ دئیے ، سجدے میں گرگئے ، رونے لگے، تو
اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ اس معافی کی بنیاد پر آدم جو ہے دوبارہ جنت میں
چلا گیا۔ اب آدم کی اولاد کا مسئلہ وہی ہے کہ آدم کی اولاد بھی جنت سے نکل
کر آرہی ہے۔ آپ یہ نہیں سمجھئے کہ بس وہ آدم جنت سے نکلے تھے اور ہم
کہیں اور سے آرہے ہیں۔ نہیں ہم بھی وہیں جنت سے آرہے ہیں۔ روٹین وہی
ہے۔ جس طرح آدم و حوا جنت سے نکل کے یہاں آئے اسی طرح آدم کی ہر اولاد
جنت میں نافرمانی کرکے یہاں آرہی ہے۔ اتنا مسلسل اور اتنی ترتیب ہے اتنا

Accurate

نظام ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو جب سارے ہی نظام میں
تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور روحانی نقطہء نظر سے اس
کو مشاہدہ بھی کرایا جاتا ہے جو روحانی استاد ہوتے ہیں اس کو بتاتے بھی ہیں
کہ ہر آدمی جو اس دنیا میں پیدا ہورہا ہے وہ اصل میں آدم کا ایک عکس ہے
اور وہ آدم کی طرح جنت سے نافرمانی کرکے اور جس طرح آدم نے ربنا ظلمنا

انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی
خطاؤں کی معافی چاہی تھی آدم زاد اگر اسی طرح معافی مانگ لے تو اس کے
اوپر جنت کے دروازے اسی طرح کھل جائیں گے جس طرح آج آدم جنت میں رہتے
ہیں۔ تو یہ ایک نظام ہے۔ اس کا کہ دو دماغ انسان کے اندر ہیں۔ اچھا حشر و
نشر کے بعد ، حشر و نشر میں یہ ہوگا کہ یہی جسم اللہ میاں نے کہا ہے کہ
بھئی جب یوم حساب ہوگا تو تمہیں اسی جسم کے ساتھ اٹھالیا جائے گا تو جسم
کے ساتھ اب یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ صاحب وہ
سارا آدمی مرگیا ، مٹی ہوگئی، ہڈیاں سرمہ بن گئیں پھر یہ جسم کیسے آئے گا۔
تو وہاں سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ بھئی جس طرح یہ جسم بن گیا بغیر کسی
ایک اس سے قطرے سے ، ایک قطرے سے ہی بنا نہ بھئی۔ تو وہاں کیا ہوگا وہاں
کیا روح کو اتنا اختیار نہیں کہ ایک جسم بناسکے۔ جبکہ اس جسم کا ریکارڈ
موجود ہے۔ گوشت پوست تو سڑ گیا لیکن اس کا ریکارڈ تو موجود ہے۔بس یہی
ہے کہ لباس جو ہے وہ روح جو ہے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے ۔ اور
روح کے یہ بتایا جاتا ہے کہ روحانی نقطہء نظر سے اس میں کوئی اب دیکھئے نہ
ہر چیز تو یہ نہیں ہوسکتا کہ صاحب کوئی بتادے گا کہ ہاں ہاں لیکن جو لوگ
مشاہدات کے لوگ ہیں یا جو بزرگ ہیں بتاتے ہیں ، وہ یہ کہتے ہیکہ روح کے
اندر تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار جسم بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔ اور وہ
ساڑھے گیارہ ہزار روپ میں خود کو ظاہر کرسکتی ہے۔ اس حساب سے اس
زمین کے اوپر اور کائنات کے اندر جو حساب کتاب ، حساب کتاب تو اللہ کا لگ ہی
نہیں سکتا۔ اللہ میاں نے خود فرمایا کہ بھئی تمہارے سارے سمندر روشنائی بن
جائیں اور تمہارے جو یہ درخت ہیں یہ قلم بن جائیں تو یہ سارے قلم بھی ختم
ہوجائیں گے اور سمندر بھی خشک ہوجائیں گے اللہ کی باتوں کا احاطہ نہیں
ہوسکتا۔ اللہ کی باتیں پھر بھی باقی رہیں گی۔ تو اب یہاں تو آدمی ایسا ہے۔
لیکن انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے شعور دیا ہے اس شعور سے وہ حساب کتاب
ضرور لگاتا ہے۔ مثلاً آپ یہ کہتے ہیں صاحب کہ یہ دنیا اتنے لاکھ سال کی ہے۔
اتنے لاکھ سال کی ہے۔ اب حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھئی چودہ سو سال
تک قیامت نہیں آئے گی۔ جب حساب لگایا تو کہا نہ کہ چودہ سو سال اور وہ
بات دیکھئے آپ کے سامنے اب وہ بات سچی ہوگئی۔ چودہ سو سال تو گزر گئے۔
حضور پاک ﷺ نے نہیں فرمایا کہ چودہ سو سال کے بعد قیامت آجائے گی۔ یہ
فرمایا چودہ سو سال تک قیامت نہیں آئے گی۔ اب پندرہ سو سال بھی ہوسکتے
ہیں، سولہ سو بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن جو حضور نے فرمایا چودہ سو سال ،
حساب کتاب تو لگایا انہوں نے۔ تو اس میں حساب کتاب میں وہ کہتے ہیں کہ
اس وقت جو انسان کی جو نظر ہے محدود نظر جو وہ کائنات کو دیکھتی ہے یا
کائنات کے جتنے حصے انسان کی شعوری نظر میں یعنی انسان کی جو روح ہے
اس کی نظر میں آتے ہیں اس میں تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار نوعیں ہیں۔ ساڑھے

گیارہ ہزار نوعیں ہیں۔ نوع سے مراد مچھلی ایک نوع ہے۔ اب اس میں مچھلی
میں ذیلی نوعیں کتنی ہیں۔ آپ نے سمندر میں دیکھا

ہوگا۔ تو وہ جتنی بھی مچھلیاں ہیں جس قسم کی بھی مچھلیاں ہیں وہ ایک
نوع شمار ہوگی ایک مچھلی کے اوپر۔ بھیڑ بکری، گائے، بھینس۔ اب گائے بے شمار
قسم کی ہوتی ہیں۔ چڑیاں بے شمار قسم کی ہوتی ہیں۔ تو ہر جو ہے ایک
پرندے کی نوع ہوگئی، ایک جمادات ، نباتات کی وغیرہ وغیرہ۔ تو تقریباً روح جو
ہے روح اپنے آپ کو ساڑھے گیارہ ہزار نوعوں کے باوا آدم ہی کہہ لیجئے روپ
دھار تی ہے۔ بھئی ہر نوع کا پہلا فرد باوا آدم ہی کہیں گے کیا کہیں گے۔ تو ہر
نوع کے باوا آدم کا روپ دھارتی ہے اور اس کی تعداد تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار
ہوتی ہے۔ اور روحانی لوگ ان ساڑھے گیارہ ہزار اسماء اللہ تعالیٰ کے بتاتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ کے ساڑھے گیارہ ہزار اسماء ہیں۔ اور ان اسماء کا جو روحانی
لوگوں نے نام رکھا ہے وہ اسمائے اطلاقیہ کہلاتا ہے۔ یعنی اسمائے الٰہیہ جو ہے
اسمائے اطلاقیہ یعنی ایسے اسماء کہ جن کی بنیا د پر کائنات میں نوعیں تخلیق
ہوتی ہیں۔ اور وہ نوع جو ہے وہ روح جو ہے اسے تخلیق کرتی ہے۔ اور ہر نوع
کا فرد ، پہلا فرد جو ہے وہ دراصل ایک لباس ہے۔ جس طرح انسان کے جسم کا
ایک لباس ہے۔ کبوتر کے جسم کا ، دیکھئے جس طرح انسان سڑتا ہے کبوتر بھی
سڑتا ہے۔ جس طرح انسان کی غذائیں سڑ جاتی ہیں چرندوں کی بھی غذائیں
سڑ جاتی ہیں۔ اب ہر نوع الگ الگ ہے۔ اب اس نوع میں پھر الگ الگ امتیاز
ہوجاتا ہے۔ مثلاً اب شیر ہے۔ اب شیر کی خصلت ہی پھاڑ کھانا ہے۔ اب بکری
ہے۔ بکری کی خصلت پھاڑ کھانا نہیں ہے۔ کبوتر ہے اس کی خصلت الگ ہے۔
چیل کی خصلت الگ ہے۔ کوے کی خصلت الگ ہے۔ گدھ کی بالکل ہی الگ ہے۔
اب کبوتر پرندہ ہے۔ دیکھئے چیل بھی ایک پرندہ ہے۔ کبوتر بھی پرندہ ہے۔ گدھ
بھی پرندہ ہے۔ لیکن کبوتر کبھی گوشت نہیں کھاتا۔ اور گدھ جو ہے مردار کے
علاوہ کچھ نہیں کھاتا۔ اس کی خوراک ہی مردہ گوشت ہے۔ بھینس مرجائے،
گائے مرجائے، آدمی مرجائے۔اس کو کھاکے خوش ہوتا ہے مردہ۔ تو ایک نوع میں
ایک پرندوں کی نوع میں کتنی ذیلی نوعیں بن گئیں۔ پھر ہر ذیلی نوع میں ان کا
الگ الگ جو ہے ذہن کی سوچ الگ ہے۔ ان کے جذبات و احساسات الگ ہیں۔ ان
کی جو ضروریات زندگی ہے ، ہے تو وہی جو زمین میں وسائل پھیلے ہوئے
ہیلیکن ہر نوع کی ضروریات زندگی بھی الگ ہے۔ ایک مجھے قصہ سنایا ۔ وہ
ایک قصہ پڑھا میں نے تذکرہ غوثیہ۔ ایک کتاب تذکرہ غوثیہ ہے۔ غوث علی شاہ
صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں میں نے ایک قصہ پڑھا کہ ایک صاحب اللہ والے
بزرگ تھے وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی یہاں کوئی چیز ناپاک نہیں ہے۔ ہر چیز
پاک ہے۔ وہ بڑا ان سے بحث مباحثہ کرتے۔ اور جب لوگ ان سے بحث کرتے تھے تو
وہاں اسے وہ مطمئن کردیتے آدمی کو اور وہ کہتا بات تو صحیح ہے۔اور پھر
جاکے کہہ دیتے ہر چیز کیسے پاک ہوسکتی ہے بھئی پیشاب کو آپ کیسے پاک کہہ
دیں۔ شراب کو آپ کیسے پاک کہہ دیں۔سڑی ہوئی چیز کو آپ کیسے پاک کہہ

دیں گے، مردے گوشت کو آپ کیسے پاک کہہ دیں گے؟ تو جب لوگ بہت عاجز اور
پریشان ہوگئے تو انہوں نے کہا ان حضرت صاحب کے ساتھ فلاں مذاق کرو۔ تو
ایک دعوت کا اہتمام ہوا بہت بڑے کوئی امیر کبیر آدمی تھے۔ بہت بڑا گھر تھا۔
اس میں تالاب تھا۔ دعوت ہوگئی اور دعوت کا کچھ اس طرح انہوں نے انتظام
کیا کہ پہلے سے ہی پلیٹوں میں کھانا رکھ دیا۔ اور اس کے اوپر پلیٹیں ڈھانک دیں۔
تو ایک پلیٹ میں جو ان کی نشست تھی حضرت صاحب کی اس میں انہوں نے
پاخانہ رکھ دیا۔ کہ اگر پاک ہے تو کھاؤ اسے۔ ایک قسم کی شرارت تھی۔ وہ آکے
بیٹھ گئے تو ان سے کہا بسم اللہ کریں۔ انہوں نے کہا آپ بسم اللہ کریں۔ نہیں
نہیں حضرت صاحب آپ پہلے بسم اللہ کریں۔

کہنے لگے نہیں جی سب کے ساتھ بسم اللہ کریں گے۔ تو وہ کسی نے اپنی پلیٹ
کھولی نہیں۔ انہوں نے جب ماحول کو دیکھ لیا اللہ والے آدمی تھے صاحب نظر
وہاں سے اٹھے تو وہاں جو ایک تالاب تھا ، سوئمنگ پول کہہ لیجئے وہ جو تالاب
تھا اس میں کود گئے۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی بھئی یہ کیا ہوا۔ تھوڑی دیر میں
اس میں سے ایک سؤر نکلا۔ سؤر نکلا اور وہ بہت آرام سے آیا اور اس نے اپنے
منہ سے پلیٹ اٹھائی اور سب کھاگیا۔ اور کھاکے وہ دوبارہ پھر تالاب میں کود گیا۔
اب تھوڑی دیر میں وہ بزرگ نکل آئے۔ اور آکے بیٹھ گئے۔انہوں نے کہا حضرت
صاحب یہ کیا ہوا۔ کہنے لگے بھئی جس کے لئے پاک تھا وہ کھاگیا۔ یہ میں نے کب
کہا کہ پاخانہ انسان کے لئے پاک ہے۔ ہر چیز مثلاً ایک گدھ اگر مردہ خور ہے تو
اگر اس کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ یہ چیز ناپاک ہے تو وہ مردوں کا کیا بنے
گا؟ سڑاند پھیل جائے گی۔ ہیضہ پھیل جائے گا۔ اگر مرے ہوئے جانوروں کو چیل
کوے گدھ نہ کھائیں تو وہ گوشت انسانوں کے لئے عذاب بن جائے۔ اس کی بدبو
سے، تعفن سے نئی نئی بیماریاں پھیل جائیں گی۔ تو یہی بات ہے کہ ہر چیز جو
ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ نے ایک نظام بنایا ہے اور یہ روح کی اپنی
اللہ نے ذمہ داری روح کے اوپر ڈال دی ہے کہ روح جو ہے وہ اس کے اندر اللہ
تعالیٰ نے صلاحیت تو پتہ نہیں کتنی دی ہوگی۔ انسانی جو چھوٹا سا دماغ ہے ۔
انسانی چھوٹا سا دماغ ہے اس میں انہوں نے یہ بتا یا ہے کہ روح جو ہے ساڑھے
گیارہ ہزار نوعوں کے روپ میں بہروپ بدلتی ہے۔ اب پھر اس میں ایک نوع میں
انسان میں پانچ ارب آبادی تو ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی زمین کا
ایک ہی حصہ معلوم ہوا تین حصے کا تو پتہ ہی نہیں چلا۔ اور وہ تین حصوں
میں بھی آبادیاں ہیں۔ تو یہ جو لباس کی جو حیثیت ہے اس لباس کی حیثیت یہ
ہے کہ جسم کی ہے ، جسم ہے روح کا۔ روح اپنے آپ کو لباس میں ظاہر کرتی
ہے۔ اور ہم اسے جسم کہتے ہیں۔ اور جب روح اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع
کرلیتی ہے تو اس کی حیثیت ایک پھٹے ہوئے خول کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہتا۔
اختتام

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 77

Track - 2

Time 32:30

''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟''

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وما ارسلنک
الا رحمۃ للعالمین۔ آج حضور پاک ﷺ کی آمد کا جشن ۔ تاریخ پہ جب نظر پڑتی
ہے تو کچھ اس طرح کہانی بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو مشرف کرنے
کے لئے نوع انسانی کو دوسری تمام مخلوقات پر افضل بنانے کے لئے اپنے برگزیدہ
بندے بھیجتے رہتے ہیں وہ برگزیدہ بندے انسان کو اچھائی اور برائی کا تصور دیتے
ہیں۔ اچھائی اور برائی کا تصور کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کی بھی تلقین کرتے
ہیں کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہے بحیثیت مخلوق کے۔ اور یہ
خصوصی تعلق اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب انسان پہلے دوسری تمام مخلوق
سے خود کو الگ اور ممتاز سمجھے بلکہ ممتاز قرار دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی
معرفت اور اللہ تعالیٰ کی قربت اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرنے کا جو وصف
عطا ہوا ہے وہ انسان کے علاوہ کسی کو نہیں ہوا ہے۔ چونکہ انسان کے علاوہ
اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وصف کسی کو منتقل نہیں ہوا اس لئے انسان کے اور
دوسرے مخلوقات کے درمیان ایک حد فاصل قائم کی گئی۔ وہ یہ کہ انسان کو
اچھائی اور برائی کا تصور منتقل کیا گیا ہے۔ اور انسان کے علاوہ جتنی بھی
دوسری نوعیں ہیں ان کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ آپ
دیکھیں زمین کے اوپر جتنی بھی نوعیں ہیں چونکہ ان کے اندر اچھائی اور برائی کا
تصور نہیں ہے اس لئے وہ انسانوں کے مقابلے میں بالکل الگ نوعیت کی زندگی
گزارتے ہیں۔ ....۔ لیکن چونکہ اچھائی اور برائی کا تصور ان کے اندر نہیں ہے۔
اس لئے وہ لباس سے مبرا ہیں۔انہیں لباس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔اسی
صورت سے انہیں بھوک لگتی ہے۔ وہ کھاتے پیتے بھی ہیں لیکن چونکہ ان کے اندر
اچھائی اور برائی کا تصور نہیں ہے اس لئے ان کے اندر کوئی معاشرتی قانون جو
ہے وہ لاگو نہیں ہوتا۔ انسان کی جو فضیلت ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسری تمام
مخلوقات سے ایک ماوراء عقل رکھتا ہے۔ ایک ماوراء فہم رکھتا ہے۔ اس کے اندر
ایک ماورائی فہم ہے۔ اور وہ ماورائی فہم یہ ہے کہ اس میں اپنی زندگی
گزارنے کے لئے ، اپنی معاشرت کو قائم کرنے کے لئے اپنے تمدن کو روشن رکھنے کے
لئے کچھ اصول اور ضابطے ہیں جو اصول اور ضابطے آپ کو حیوانوں میں نہیں
ملتے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان کی فضیلت اس بات سے ثابت ہوئی کہ انسان
جب زندگی گزارتا ہے تو وہ زندگی گزارنے کے لئے اپنے لئے قاعدے مقرر کرتا ہے ،

ضابطہ بناتا ہے، اور یہ قاعدہ اور ضابطہ زندگی کہ جو انسان اپنی زندگی گزارنے
کے لئے ان کو قائم رکھے ہوئے ہے دراصل یہی اچھائی اور برائی ہے۔ اور اس لئے
اچھائی اور برائی کو اختیار کرنے میں ، یعنی برائی کو رد کرنے میں اور اچھائی کو
اختیار کرنے میں انسان جو ذہن استعمال کرتا ہے اس کا نام عقل ہے۔ اب بات
یوں بنی کہ انسان کی فضیلت اس بات میں ہے کہ جتنی بھی مخلوقات ہیان
مخلوقات کے مقابلے میں انسان کے پاس الگ سے ایک اضافی عقل موجود ہے۔
اور وہ اضافی عقل جس بنیاد پر قائم ہے وہ بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر
بھیجے۔ ان پیغمبروں نے حیوانات کو اور انسانوں کو اپنی تعلیمات سے الگ الگ
کیا۔ اور ان تعلیمات کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ انسان اس طرح زندگی گزارے کہ
خود بھی خوش رہے ، اس کے بھائی بند بھی خوش رہیں۔کسی کی حق تلفی نہ
کرے۔ اور اپنا حق کسی کے اوپر چھوڑے نہیں۔ آپس میں بھائی چارہ ہو برادری
سسٹم ہو۔ آپس کے اندر محبت ہو، اخوت ہو، اور پوری نوع انسانی ایک برادری
کی حیثیت سے زمین پر اپنی زندگی گزارے۔ پیغمبر آتے رہے۔ اور نوع انسانی کو
اچھائی اور برائی کے تصور کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف آمادہ کرتے رہے کہ
برائی ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ناپسندیدہ ہے اور برائی ایک
ایسا عمل ہے جو انسانی برادری میں بھی نفرت، حقارت، تعصب اور غصہ کے
جذبات پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اچھائی ایک ایسا عمل ہے کہ ان اچھے اعمال
سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے۔ انسانی برادری بھی خوش ہوتی ہے۔ اور
انسانی برادری سسٹم بھی قائم رہتا ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جتنی زیادہ
تخریب ہوگی ، تخریب کا مطلب ہے برائی اسی مناسبت سے خاندان، کنبہ ، محلہ
، شہر ، قومیں پریشانی میں اورادبار میں مبتلا رہے گی۔ اور جتنی زیادہ تعمیر
ہوگی اسی حساب سے ایک چھوٹا سا گھر ، ایک چھوٹی سی برادری ، قومیں،
ملک اور پوری نوع انسانی خوش رہے گی۔ انبیاء نے یہ جو اچھائی اور برائی کا
تصور دیا ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ نوع انسانی تخریب کو رد کردے۔ تخریب سے
اپنا رشتہ توڑ لے۔ اور تعمیر سے اپنا رشتہ جوڑ لے۔ یہ ایک نظام ہے۔ جو لاکھوں
سال سے چل رہا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ کم و بیش اسی تعمیر اور تخریب کو
سمجھانے کے لئے تخریب سے روکنے کے لئے۔اور تعمیری راستے پر چلنے کے لئے اللہ
تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ پیغمبر آتے رہے۔ ان کی تعلیمات پر
عمل ہوتا رہا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا رہا انبیاء کی تعلیمات سے لوگ دور
ہوتے چلے گئے۔ اور بیچ میں ایک ایسا گروہ آتا رہا جس گروہ نے اپنے ذاتی مفاد
کے لئے ، اپنے ذاتی منفعت کے لئے انبیاء کی تعلیمات کو اپنی مصلحتوں کے مطابق
لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مخصوص گروہ نے جب
اپنی مصلحتیں شامل کرکے انبیاء کی تعمیری پہلو میں تخریب شامل کردی تو
جیسے جیسے تخریب بڑھتی گئی اسی مناسبت سے نوع انسانی میں تفرقے بڑھتے
چلے گئے۔ انسان برادری جو ہے انسان اتنے تفرقوں میں بٹ گئی، گروہوں میں
بٹ گئی۔ ہوتے ہوتے ایک ایسا وقت آیا کہ تمام زمین پر ایسے گروہوں کی

حکمرانی ہوگئی جن گروہوں میں سوائے نفرت کے، سوائے حقارت کے، اور سوائے ظلم کے کچھ نہیں ملتا۔ انسان انسانیت سے نکل کر درندگی کے اس مقام پر کھڑا ہوگیا جہاں اس نے اپنی بیٹیوں کو ذبح کرکے زندہ دفن کرنے لگا۔ انسان بے حیائی کے اس مقام پر کھڑا ہوگیا کہ جس بے حیائی کا اگر تصور بھی کیا جائے تو انسانیت کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ زمین کے اوپر جب یہ فساد برپا ہوا اور زمین نے جب اللہ تعالیٰ سے احتجاج کیا ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ درخواست کی کہ یا اللہ ! یہ انسان جس کو آپ نے میرے اندر بسایا ہے، میرے اوپر رکھا ہوا ہے، اس نے وہ اعمال شروع کردیئے وہ تخریب شروع کردئیے ہیں جس سے مجھے بھی شرم آتی ہے مجھے بھی ندامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی یہ فریاد سنی اور زمین کی یہ فریاد سن کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا ، مبعوث کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی جو تعلیمات ہیں تمام انبیاء کی اس میں ایک ہی بات ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تخریب انسانی عمل نہیں ہوسکتی۔ تخریب شیطانی عمل ہے۔ تخریب غیر فطری اور غیر انسانی عمل ہے۔ تخریب کو چھوڑ دو تعمیری پہلو کی طرف آجاؤ۔ اور تعمیری پہلو یہ ہے کہ تمہارے اندر نفرت نہ ہو ، تمہارے اندر بھائی چارہ ہو، آپس میں محبت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی یہ پہچان ہے کہ جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے چاہتا ہے۔ اور آخر میں تو یہ تک فرمادیا بھئی کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے۔ اور کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ اصل چیز ہے اعمال۔ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ ساری کائنات یہ ساری زمین اور اس زمین کے اوپر ساری مخلوق اگر غور کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ اس کا سرپرست اعلیٰ ہے۔ اللہ اس کنبے کا باپ ہے۔ ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد پیار و محبت سے رہے۔ خلوص سے رہے۔ ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے۔ ایک دوسرے کے کام آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی یہ آج کی جو محفل سجائی ہے اور آپ لوگ تشریف لائے ہیں بہت باتیں ہوتی ہیں، بڑی نعتیں بھی پڑھی جاتی ہیں ، درود و سلام بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ پڑھنا چاہئے۔ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تشریف کیوں لائے۔ وہ کون سا مشن ہے جو مشن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا۔ وہ یہی ہے پورا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل مومن اخوۃ کہ جتنے بھی میرے امتی ہیں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لیکن اب یہاں آپ غور فرمائیں اب صورتحال یہ ہے کہ یہاں بھائی ہونا تو الگ بات ہے یہاں تو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں لوگ۔ کوئی دیوبندی ہے، کوئی بریلوی ہے، کوئی لاہوری ہے تو کوئی قصوری ہے۔ کوئی کچھ ہے، کوئی کچھ ہے۔ مسلمانوں کے اوپر جو یہ ادبار ہے ، مسلمانوں کے اندر جو یہ بے سکونی ہے ، مسلمان جو ہے ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان نے تعمیری پہلو چھوڑ کر تخریبی رخ اختیار کرلیا ہے۔ اب تخریبی رخ یہ ہے کہ آپس میں تفرقہ پیدا ہوگیا۔ تخریبی رخ یہ ہے

کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہم برا بھلا کہتے ہیں۔ تخریبی رخ یہ ہے کہ آپس
میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں ۔تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی
میں اگر غور کیا جائے ، تفکر کیا جائے اور بلاشبہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ ہم
رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر غور و فکر کریں وہ یہ ہے کہ ہم اس تفرقہ بازی
سے نکلیں اور مسلمانوں کو ہی نہیں تمام نوع انسانی کو آپس میں بھائی بھائی
سمجھیں، اپنی برادری سمجھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر مسلمانو
فوجیں فاتح ہوکر کسی ملک میں داخل ہوں مندر نہ توڑے جائیں، گرجا نہ گرائے
جائیں ، ان کے مذہبی پیشوا کو قتل نہ کیا جائے۔ تو حضور پاک ﷺ کی تو یہ
تعلیمات ہیں کہ مندر نہ توڑے جائیں، گرجا نہ گرائے جائیں، ان کے پیشوا کو قتل
نہ کیا جائے۔ اور ہمارا مسلمانوں کا عالم یہ ہے کہ ہم بے شمار مسلکوں میں ،
بے شمار طبقوں میں ، بے شمار تفرقوں میں بٹ گئے ہیں، اور انتہا یہ ہے اب تو
کہ ایک مسلک کا آدمی دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتا۔
کہتا نماز ہی نہیں ہوتی۔ وہ کلمہ بھی پڑھ رہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، روزے
بھی رکھ رہا ہے، زکوٰۃ بھی دے رہا ہے، حج بھی کررہا ہے۔ اذان بھی دے رہا ہے،
اذان سن بھی رہا ہے۔ لیکن ایک فرقہ دوسرے فرقے کے پیچھے نماز ہی نہیں
پڑھتا۔ تو یہ جو ہے طریقہ یہ طریقہ خالص تخریبی ہے، خالص شیطانی طریقہ
ہے۔ ابھی میں پچھلے دنوں یورپ کے دورے پر گیا تھا۔ بہت بڑا ایک اجتماع تھا
جس میں مشائخ بھی تھے، علماء کرام بھی تھے۔ تو میں نے ان سے ایک سوال کیا
کہ بھئی دیوبند جو ہے یہ بھی ایک ہندوستان کا شہر ہے۔ بریلی جو ہے یہ بھی
ہندوستان کا ایک شہر ہے۔ اب یہ جو مسلمان دیوبندیوں اور بریلیوں کے نام سے
پہچانے جارہے ہیں ہندوستان کا شہر ہے۔ تو اگر مسلمانوں کی یہی مجبور ی
ہے کہ وہ کسی شہر کے نام کے بغیر پہچانے نہیں جاسکتے اور ان کی

Identity

ہی یہ ہے کہ وہ دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں ، بٹالوی ہوں ، کچھ ہوں تو
بھائیواس سے تو یہ زیادہ اچھا ہے کہ تم مکی اور مدنی خود کو کہلواؤ۔ اس
دیوبندی اور بریلوی کے چکر سے تو نکلو۔ اس کا اثر یہ ہوا آپ کو حیرت ہوگی
اس کا اثر یہ ہوا جتنے وہاں علماء کرام بیٹھے ہوئے تھے سب اٹھ کے پچھلے دروازے
سے واپس چلے گئے۔ جلسہ چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الحمد للہ رب
العالمین سب تعریفیں ہیں اس رب کے لئے جو تمام عالمین کا رب ہے۔رب سے
مراد یہ کہ تمام عالمین کے لئے وسائل مہیا کردیا۔ اب دیکھیں انسان پیدا ہوتا ہے
ہ پیدا بعد میں ہوتا ہے زمین پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ آکسیجن پہلے سے
موجود ہوتا ہے۔ روشنی پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ پانی پہلے سے موجود ہوتا
ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ... اللہ تعالیٰ ایسا رب ہے اتنا بڑا رب ہے کہ وہ اپنی
مخلوق کی ضرورت کی کفالت کرتا ہے اور اس طرح کفالت کرتا ہے کہ پیدائش
سے پہلے تمام وسائل مہیا کردیتا ہے۔ بچہ پیدا بعد میں ہوتا ہے ماں کے سینے کو

اللہ تعالیٰ دودھ سے پہلے بھر دیتا ہے۔ الرحمن الرحیم ... اور یہ جو ربوبیت ہے
اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے کفالت لی ہے اس کفالت میں کوئی غصہ نہیں
ہے، کوئی جبر نہیں ہے، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ الرحمن الرحیم ... یہ کفالت
جو ہے اس کا تعلق رحمت کے اوپر ہے۔ محبت کے اوپر ہے۔ شفقت کے اوپر ہے۔
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی بنیاد یا بیس جو ہے رحمت ہے۔اللہ تعالیٰ جیسے کہ
میں نے آپ سے عرض کیا سرپرست اعلیٰ ہے ساری کائنات کا۔ چونکہ سرپرست
اعلیٰ ہے اس لئے اس نے اپنے ذمے یہ لازم کرلیا ہے کہ تمام مخلوق کو زندہ رہنے
کے وسائل فراہم کئے جائیں گے۔ اور یہ وسائل جو فراہم کئے جائیں گے ان وسائل
کی فراہمی میں رحمت اور شفقت بنیاد بنے گی۔ کوئی انسان کتنا بھی گناہ
کرے ۔ کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے کتنا بھی انکار کرے۔ دہریہ ہوجائے، کافر
ہوجائے ۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کی آکسیجن بند نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کبھی
کسی کی ہوا بند نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا پانی بند نہیں کیا۔ اب
ہوسکتا ہے اتنی بڑی زمین اللہ کی پھیلائی ہوئی زمین کیا کوئی بندہ یہ کہہ
سکتا ہے کہ اس زمین کے اللہ تعالیٰ کو کسی نے کوئی معاوضہ دیا ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی زمین پہ قبضے کرکے آپس میں لڑتے ہیں، قتل ہوتے ہیں۔ اللہ کی
پھیلائی ہوئی زمین پر فساد کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے معاوضہ
طلب نہیں کیا۔ کیا کوئی انسان جتنی ہوا کو اپنے پھیپھڑوں کے اندر لیتا ہے،
استعمال کرتا ہے ، اس کا معاوضہ ادا کرتا ہے؟ پانی ، زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے
نہریں چلادی ہیں، دریا چلادئے ہیں، پہاڑوں پہ برف جمادئے ہیں تاکہ وہاں سے
پانی کا ایسا سسٹم رائج ہوجائے کہ انسان کی کھیتیاں لہلہائیں۔انسان کے لئے
زمین اپنی انرجی سے ، اپنی طاقت سے پھل فروٹ، کھیتی باڑی میں انسانی
ضروریات کی کفالت کے لئے ہر چیز پیدا کرے۔ آپ غور فرمائیں الرحمن الرحیم
... کہ اللہ تعالیٰ رب ہیں، کفیل ہیںاپنی ساری مخلوق کے۔ اور اس کفالت کی
بنیاد رحمت ہے۔ الرحمن الرحیم ... رحمت اور شفقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نوع انسانی کی اصلاح کے لئے اور نوع انسانی
کو تخریب سے نکالنے کے لئے کس لئے کہ تخریب انسان کے لئے ادبار ہے۔ مصیبت
ہے۔ پریشانی ہے۔ عذاب ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی انسان زمین پر رہتے
ہوئے پریشان ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسان تخریبی پہلو سے نجات حاصل کرکے
تعمیری پہلو کو اختیار کرے۔ اور اس تعمیری پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے اس
تعمیری پہلو کو نمونے کے طور پر دکھانے کے لئے ، نمونہ بننے کے لئے ہم نے اپنا ایک
پیغمبر ، ایک بندہ بھیجا۔وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین ... اے محبوب محمد ﷺ !
ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ ہماری کفالت میں جو مخلوق آگئی اور
جس مخلوق کے لئے ہم نے آسمان سے زمین سے ...وسائل فراہم کردئے۔اے محمد
ﷺ ! تو اپنی رحمت سے انہیں تمام مخلوق تقسیم کردے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ
العالمین ... ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بحیثیت رب کے
ہمارا کفیل ہے۔ ہمارے لئے زندگی گزارنے کے وسائل پیدا کرتا ہے۔ اور رسول اللہ

۔ اللہ تعالیٰ کے ان وسائل کو رحمت کے ساتھ تقسیم کردیتے ہیں۔ تو آج کے دن
رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دن ہے۔ یہ حضور کا کرم ہے ۔ لیکن آج کے دن ہمیں
یہ سوچنا ہے کہ جب ہم حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو
سیرت طیبہ میں کہیں بھی ایک عمل بھی حضور ﷺ کا ایسا نہیں ملتا جس کو ہم
تخریب کہہ سکیں۔ دیکھئے مکہ فتح ہوا۔ کن حالات میں فتح ہوا کہ رسول
اللہ ﷺ کو قریش مکہ نے تکلیف دی۔ بائیکاٹ کردیا۔ بچے بلکتے رہے، روتے رہے،
لیکن بازار سے سامان خرید کر نہیں لاسکے۔ حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے
بچھائے۔ سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجڑی گردن پر رکھ دی۔ گھروں سے
کوڑا کرکٹ پھینکا گیا۔ مجنوں کہا گیا۔ پتھر مارے گئے۔ لہو لہان کردیا گیا۔ انتہا
یہ کہ ایسے حالات پیدا کردئے گئے کہ حضور ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور مکہ چھوڑ
کر مدینہ منورہ میں ہجرت کی۔ راستے میں بھی کوشش کی گئی جاسوس
چھوڑے گئے۔ بڑے بڑے انعامات رکھے گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو زندہ پکڑ کے لایا جائے
یا مردہ لایا جائے اتنا انعام دیا جائے گا۔ اتنی تکلیفیں حضور کو قریش مکہ نے
دیں۔ لیکن جب حضور بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے تو حضور پاک ﷺ نے یہ
اعلان کرایا کہ جو شخص چھجے کے نیچے چلاجائے گا وہ معاف۔ جو شخص گھر
میں گھس جائے گا وہ معاف۔ یعنی معافی کے اتنے خانے حضور ﷺ نے کھول دئے آپ
غور کریں پوری تاریخ میں ، تاریخ میں نوع انسانی کی پوری تاریخ میں ایسی
کوئی مثال آپ کو نہیں مل سکتی کہ کوئی فاتح کسی ملک میں داخل ہو اور
خون خرابہ نہ ہو۔ پوری تاریخ میں ایک مثال بھی نہیں ہے۔ اور جب رسول اللہ
ﷺ بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے جبکہ اتنی تکلیفیں برداشت کرکے مکہ سے
ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ تاریخ بتاتی ہے کسی ایک آدمی کو اتنی بھی چوٹ
نہیںآئی کہ جتنا سوئی چبھنے سے خون کا قطرہ گرتا ہے۔ یہ حضور پاک ﷺ کی
سیرت طیبہ کا وہ پہلو ہے کہ جس میں سوائے معافی کے ، سوائے شفقت کے ،
سوائے محبت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما
ارسلنک الا رحمة العالمین ... اے محمد ﷺ ! ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو
جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی امت ہیں۔ ہمارے اوپر یہ فرض
عائد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ تمام پہلو اپنے اندر
اجاگرکریں ان کی طرح عمل کرنے کی کوشش کریں جو پہلو حضور ﷺ کی
شفقت سے متعلق ہیں، محبت سے متعلق ہیں اور تعمیر سے متعلق ہیں۔ اور
تعمیر یہ ہے کہ جو آپ اپنے لئے چاہیں وہ اپنے بھائی کے لئے چاہیں۔ اپنا حق
چھوڑیں نہیں اور دوسروں کا حق ماریں نہیں۔ تعمیر کو ہمیشہ اپنائیںاور تخریب
سے ہمیشہ پہلوتہی کریں۔ یہ مختصر سا میں نے آپ کو نسخہ بتایا، کیمیائے
نسخہ ۔ بڑے میلاد النبی میں بڑے بڑے جلسے بھی ہوتے ہیں ، روشنیاں بھی ہوتی
ہیں اور ہونی بھی چاہئیں لیکن وہ ایک میلے ٹھیلے کی شکل اختیار کرنے کے بعد
لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں یہ نہیں ہونا چاہئے۔ حضور کا جو پیغام ہے
اس پہ عمل کرنا چاہئے۔ اور حضور پاک ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ تخریب سے پہلوتہی

کی جائے۔ اور تعمیر کو اپنایا جائے۔ سب کو اپنا بھائی سمجھا جائے۔ اور جس
طرح بھی ہو ......اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے... واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا
...اللہ کی رسی کو متحد ہوکر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ
ڈالو۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ مومن اخوۃ ... سب کو اپنا بھائی سمجھو۔
سب کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھو۔ اگر اس طرح ہم .... تو انشاء اللہ یہ
چند آدمیوں سے یہ بہت بڑی جماعت بن جائے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ
ہمیں آج کی اس سعید مجلس کی برکت سے ہمیں اس بات کی ہمت اور توفیق
عطا کرے کہ ہم تخریب سے دور ہوں اور تعمیر کو اپنائیں۔ اپنے بھائیوں سے
محبت کریں اور یہ تفرقہ کا جو اسپرٹ ہے اضداد ہے اس سے خود کو آزاد کریں۔
اور اس بات کی کوشش کریں کہ یہ تفرقہ جو ہے انسان کے اندر سے نکل جائے۔
اس لئے کہ جب ہم تفرقہ میں کسی بھی تفرقہ میں جاتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ
کی اس آیت کی خلاف ورزی ہے کہ ... واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ...
اور جب آپ کسی بھی تفرقہ میں چلے جائیں گے تو اس کا مطلب ہے آپ صریحاً
اللہ تعالیٰ کی حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔ اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم
کی خلاف ورزی کرے گا ظاہر ہے اسے نہ اس دنیا میں سکون مل سکتا ہے اور نہ
اس دنیا میں سکون مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت سے ، خلوص سے،رہنے
کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ اور تعمیر میں ہماری دلچسپی پیدا کرے۔ اور
تخریب سے ہمیں محفوظ رکھے۔ وماعلینا الا البلاغ ۔ اختتام

.